بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ میں پاکستانی مسلم علماء کا کردار

The Role of Pakistani Muslim Scholars in promoting Interfaith Harmony

ڈاکٹر حافظ غلام انور الازہری[1] ڈاکٹر سید نور الحسن ہاشمی[2] ڈاکٹر غلام صفورا[3]

Abstract

Pakistan is a multi-religious country with a Muslim majority. Followers of each religion have their own beliefs and no one has the right to speak out about another's religion or beliefs. By understanding the differences, the commonalities of religions can be brought together. Pakistan needs to move forward with the same approach. In this regard, we have to take guidance from the life of the Holy Prophet. He introduced interfaith harmony and created a state of Madinah inhabited by people of three main religions, where peace, security and mutual respect prevailed. Tolerance and respect are an integral part of the teachings of Islam. Pakistan's Muslim scholars and researchers, following the same teachings of Islam, not only promoted interfaith harmony but also demonstrated it by their actions. There is a need for Pakistan to promote religious harmony in such a multi-religious country more than ever before so that people of different religions living here can work day and night with dedication and hard work and move Pakistan on the path of development.

Keywords: Pakistan, Muslim Scholars, Interfaith Harmony, Holy Prophet

موضوع کا تعارف، ضرورت و اہمیت اور اس کا پسِ منظر

پاکستان ایک ایسی جگہ موجود ہے جہاں مختلف مذاہب کے لوگ نہ صرف مقیم رہے بلکہ ان مذاہب کے فروغ میں بھی اس خطے کا کافی کردار رہا۔ یہاں ہر مذہب کے مذہبی رہنماؤں نے بغیر کسی قدغن کے اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کو جاری رکھا۔ ٹیکسلا میں بدھ مت کے پیروکاروں نے ایک عظیم درسگاہ قائم کر کے اپنے مذہب کا پرچار کیا۔ اس مذہب کے آثار و نقوش خیبر پختونخواہ کی مختلف جگہوں پر آج بھی دکھائی دیتے ہیں۔ صوبہ سندھ اور بلوچستان میں بھی ان کے مقدس مقامات کے آثارِ قدیمہ موجود ہیں خاص طور پر سندھ کے علاقے تھر میں بہت کے مقام پران کے آثار و نقوش کافی مقدار میں دکھائی دیتے ہیں۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں سکھ مت کے مقدس مقامات موجود ہیں، خصوصاً ننکانہ صاحب میں تو پوری

---

1 ایسوی ایٹ پروفیسر، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف

2 لیکچرار، اسلامک اسٹڈیز، پیر مہر علی شاہ بارانی زرعی یونیورسٹی، راولپنڈی

3 ایس ایس ٹی ٹیچر، گورنمنٹ گرلز ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ا، راولپنڈی

دنیا سے سکھ زیارت کے آج بھی پاکستان آتے ہیں اور پاکستان کے چاروں صوبوں بشمول گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر میں اس مذہب کے پیروکار کافی تعداد میں آباد ہیں۔ ہندومت کے مقدس مقامات کے نقوش وآثار بھی اس خطے میں وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں، جن میں کٹاس راج مندر ایسے مقامات بھی شامل ہیں۔ یہاں بہائی مذہب کے پیروکاروں کی بھی کافی تعداد پائی جاتی ہے۔ اسلام آباد میں اُن کی ایک عظیم درسگاہ آج بھی موجود ہے۔ پارسی مذہب کے ماننے والے یہاں نہ صرف آباد ہیں بلکہ پاکستان کی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ کراچی میں ان کی آج بھی دو عبادت گاہیں اور ایک قبرستان موجود ہے۔ کالاش مت کے لوگ بھی پاکستان میں آباد ہیں۔ یہ لوگ خیبر پختونخواہ کے ضلع چترال کی "وادی بومبوریت، وادی رومبور اور وادی بریر" نامی تین وادیوں میں مقیم ہیں۔ ان مذاہب کے ماننے والوں نے نہ صرف قیام پاکستان میں اہم کردار ادا کیا بلکہ آج بھی پاکستان کی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کر رہے ہیں [1]۔ قیامِ پاکستان کے وقت مختلف مذاہب کے حاملین کو اُن کے حقوق کے تحفظ کا یقین واعتماد دلایا گیا تھا۔ [2] اسی اعتماد کا ہی اثر ہے کہ مختلف مذاہب کے لوگوں نے تقسیم ہند کے وقت پاکستان میں ہی قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اقلیتوں کی پاکستان کے تمام اداروں میں نمائندگی موجود ہے جس کے ذریعے اقوامِ عالم کو ایک واضح پیغام دیا جاسکتا ہے کہ پاکستان مذہبی ہم آہنگی کا نہ صرف داعی ہے بلکہ اس نے عملی اقدامات کے ذریعے اس کا ثبوت بھی فراہم ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے پاکستانی مسلم علماء کرام کا بھی ہمیشہ سے بڑا مثبت کردار رہا ہے۔ اسی کردار کو واضح کرنے کے لیے زیر نظر مقالہ تحریر کیا جارہا ہے۔

بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ میں پاکستانی مسلم علماء کا کردار

اسلام رواداری، امن وسلامتی اور احترامِ انسانیت کا دین ہے۔ اسلامی شریعت اور اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق اسلامی معاشرے کا ہر فرد بلا تفریق مذہب وملت، عزت ومساوات اور بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے یکساں حیثیت کا حامل ہے۔ اسلامی ریاست میں مملکت کے تمام باشندے خواہ وہ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں، بلا تفریق عقیدے اور مذہبی معاملات میں پوری طرح آزاد ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا ہی اثر ہے کہ پاکستان میں مسلم علماء وفقہاء مذہبی رواداری کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے ذیل میں چند منتخب پاکستانی مسلم علماء ومحققین کی خدمات کو بیان کیا جارہا ہے:

1. علامہ غلام رسول سعیدی

علامہ غلام رسول سعیدی ایک مایہ ناز عالم دین اور فقیہ گزرے ہیں۔ انہوں نے متعدد کتب تحریر کی۔ شرح صحیح مسلم میں غیر مسلم بچوں، عورتوں اور دیگر معذوروں کو قتل نہ کرنے سے متعلق لکھتے ہیں:

> "علامہ یحییٰ بن شرف نووی فرماتے ہیں کہ تمام فقہاء کرام کا اجماع ہے کہ حالتِ جنگ میں عورتون اور بچوں کا قتل حرام ہے بشرطیکہ وہ جنگ نہ کر رہے ہوں اور اگر وہ جنگ کر رہے ہوں تو جمہور فقہاء کرام کے نزدیک ان کو قتل کر دیا جائے گا اور بوڑھے کافر اگر جنگ کی مہارت اور تجربہ رکھتے ہوں تو ان کو بھی قتل کر دیا جائے گا ورنہ ان میں اور راہبوں میں اختلاف ہے۔ امام مالک

اور امام ابو حنیفہ علیہا الرحمہ کے نزدیک ان کو قتل نہیں کیا جائے گا اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ جو مذہب حالتِ جنگ میں بچوں، خواتین اور دیگر معذوروں کو قتل کرنے سے منع کرتا ہے وہ حالتِ امن میں کسی غیر مسلم کے ساتھ کیسے زیادتی ہونے دے گا[3] ۔"

2. مفتی محمد شفیع

مفتی محمد شفیع کا شمار ملک کے نامور محققین میں ہوتا ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی سے متعلق انہوں نے کوئی علیحدہ کتاب تو نہیں لکھی البتہ باقی کتب کی مختلف جگہوں پر اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے بڑی شاندار گفتگو کی ہے۔ "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ"[4] کے ضمن میں کسی کو جبری اسلام میں داخل کرنے سے متعلق لکھتے ہیں:

" اسلام نے عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور اپاہج وغیرہ کے قتل کو عین میدان جہاد میں بھی سختی سے روکا ہے کیونکہ وہ فساد کرنے پر قادر نہیں ہوتے ایسے ہی ان لوگوں کے بھی قتل کرنے کو روکا ہے جو جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کر کے قانون کے پابند ہو گئے ہوں۔ اسلام کے اس طرز عمل سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ جہاد اور قتال سے لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ اس سے وہ دنیا میں ظلم وستم کو مٹا کر عدل وانصاف اور امن وامان قائم رکھنا چاہتا ہے، حضرت عمر نے ایک نصرانی بڑھیا کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے جواب میں اس نے کہا اَنَا عَجُوزٌ كَبِيرة والمَوت الى قريبٌ، یعنی میں ایک قریب المرگ بڑھیا ہوں آخری وقت میں اپنا مذہب کیوں چھوڑوں؟ حضرت عمر نے یہ سن کر اس کو ایمان پر مجبور نہیں کیا بلکہ یہی آیت تلاوت فرمائی لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین میں زبردستی نہیں ہے۔ درحقیقت ایمان کے قبول پر جبر واکراہ ممکن بھی نہیں ہے اس لئے کہ ایمان کا تعلق ظاہری اعضاء سے نہیں ہے بلکہ قلب کے ساتھ ہے اور جبر واکراہ کا تعلق صرف ظاہری اعضاء سے ہوتا ہے اور جہاد وقتال سے صرف ظاہری اعضاء ہی متاثر ہو سکتے ہیں لہذا اس کے ذریعہ سے ایمان کے قبول کرنے پر جبر ممکن ہی نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ آیات جہاد وقتال آیت لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے معارض نہیں ہیں[5] ۔"

لہٰذا جب اسلام میں کسی غیر مسلم کو زبردستی اسلام میں داخل کرنا جائز نہیں ہے تو زبردستی اُن کے باقی حقوق بھی ضبط کرنا جائز نہیں ہے۔

3. مفتی محمد تقی عثمانی

مفتی محمد تقی عثمانی کا شمار اُن مایہ ناز فقہاء میں ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالی نے فقہ کے میدان خصوصی مہارت عطا کی ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ میں ان کی اہم خدمات ہیں۔ اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت سے متعلق فرماتے ہیں:

" اسلام نے دوسرے مذہب کے پیرؤوں کے ساتھ رواداری کی بڑی فراخ دلی کے ساتھ تعلیم دی ہے۔ خاص طور پر جو غیر مسلم کسی مسلمان ریاست کے باشندے ہوں، ان کے جان ومال، عزت وآبرو اور حقوق کے تحفظ کو اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ اس بات کی پوری رعایت رکھی گئی ہے کہ انہیں نہ صرف اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہو، بلکہ انہیں روزگار، تعلیم اور حصولِ انصاف میں برابر کے مواقع حاصل ہوں، اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ رکھا جائے اور ان کی دلآزاری سے مکمل پرہیز کیا جائے۔ ہمارے فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ "اگر کسی شخص نے کسی یہودی یا آتش پرست کو اے کافر! کہہ کر خطاب کیا، جس سے اس کی دل آزاری ہوئی، تو ایسا خطاب کرنے والا گنہگار ہوگا"[6] قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ: "اللہ تمہیں اس

بات سے منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ تم کوئی نیکی کا یا انصاف کا معاملہ کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"[7] اسی بنیاد پر احادیث کا ذخیرہ اور اسلامی فقہ اور تاریخ کی کتابیں غیر مسلم شہریوں کے ساتھ نہ صرف رواداری، بلکہ حسنِ سلوک اور برابر کے انسانی حقوق کی تاکید و ترغیب سے بھری ہوئی ہیں۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو شائستگی کے دائرے میں اپنے مذہبی تہوار منانے کا پورا حق حاصل ہے، اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں نہ خود کوئی رکاوٹ ڈالے۔[8] اقلیتوں کی عبادت گاہوں سے متعلق فرماتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اپنی آبادی والے علاقے میں عبادت گاہ برقرار رکھنے کا حق ہے۔ پاکستان جیسے ملک میں جو صلح سے بنا ہے وہاں ضرورت کے مطابق نئی عبادت گاہیں بنائی جاسکتی ہیں۔[9] غیر مسلموں کو زبردستی اسلام میں داخل کرنے اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ آج کی دنیا میں اسلامی حکومت کے خلاف یہ پروپیگنڈا بھی بہت زور و شور سے کیا جاتا ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق محفوظ نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ پروپیگنڈا قطعی طور پر بے بنیاد ہے۔ یہ درست ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ پر بلا شرکت غیرے ایمان لانے کی ایک عالمگیر دعوت ہے، لیکن یہ دعوت اس بات کی ہے کہ لوگ اسلام کو دلائل کی روشنی میں بصیرت کے ساتھ قبول کریں۔ اس کام کے لیے زبردستی کی قرآن کریم نے واضح الفاظ میں ممانعت فرمائی ہے۔ لہذا کسی بھی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور نہ اسلامی تاریخ میں کبھی کسی اسلامی ریاست نے غیر مسلموں پر کبھی زبردستی کی ہے۔ یہاں تک کہ ہماری تاریخ میں ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ ایک حاکم نے کچھ لوگوں کو دھمکیاں دے کر زبردستی مسلمان بنالیا تھا۔ اُس وقت کے مفتی حضرات نے فتویٰ دیا کہ چونکہ ان پر زبردستی کی گئی ہے، اس لیے انہیں پچھلے دین پر واپس جانے کا حق حاصل ہے، اور قاضی کے سامنے زبردستی کا ثبوت پیش ہوا تو قاضی نے فیصلہ دیا کہ انہیں اپنے سابق دین کی طرف واپس جانے اور اس پر عمل کرنے کا موقع دیا جائے، چنانچہ ان میں سے اکثر لوگ اپنے دین کی طرف واپس چلے گئے[10]، [11]۔"

غیر مسلم اقلیتوں کے جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی ذمہ داری اسلامی ریاست کی ہوتی ہے۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"جب غیر مسلم افراد اسلامی حکومت سے عہد وفا باندھ کر ریاست کے باشندے بن جائیں تو ان کی جان، مال اور آبرو کا تحفظ اسلامی حکومت کی ذمہ داری بن جاتی ہے اور اُن کے شہری حقوق مسلمان باشندوں کے برابر ہوتے ہیں۔ بلکہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی جتنی نگرانی کی گئی، اُس کی مثال کسی اور مذہب میں ملنی مشکل ہے۔ اسلام کی اصلاح میں اسلامی ریاست کے غیر مسلم کو "معاہد یا ذمی" کہا جاتا ہے۔ معاہد کے معنی ہیں وہ جس سے کوئی معاہدہ ہو اور غیر مسلم باشندے کو معاہد اس لیے کہا جاتا ہے کہ اُس کے ساتھ یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ وہ اسلامی ریاست میں مسلمان شہریوں کی طرح امن سے رہے گا۔ ذمی کا مطلب ہے وہ جس کے جان، مال اور آبرو کے تحفظ کی ذمہ داری لی گئی ہو[12]۔"

غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق سے متعلق انہوں نے احادیث، اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مختلف معاہدات کا تذکرہ کیا ہے۔

4. مفتی منیب الرحمن ہزاروی

مفتی منیب الرحمن صاحب کا شمار اُن مایہ ناز فقہاء میں ہوتا ہے جنہیں جدید مسائل کے حل کا خصوصی فہم عطا کیا گیا ہے۔ مذہبی رواداری کو فروغ دینے میں ان کا کردار بہت اہم ہے۔ غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت سے متعلق فرماتے ہیں:

"پاکستان میں غیر مسلموں کے خلاف کوئی مذہبی منافرت نہیں، کسی پر بھی حملہ ہو، ہر پاکستانی کو اس کا دکھ محسوس کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ دہشتگرد کبھی مسجد کبھی دفاعی تنصیبات کبھی مزار کبھی چرچ کو نشانہ بناتے ہیں۔ پاکستان کے مسلم اور غیر مسلم سمیت تمام شہریوں کو تحفظ ملنا چاہئے۔[13] عیسائیوں کے ایک قبرستان سے متعلق فتوی صادر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مملکت اسلامیہ پاکستان میں رہنے والے پابند آئین و قانون غیر مسلم ذمی ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک غیر مسلم کی جان و مال محفوظ ہے۔ اگر غیر مسلم وہاں موجود ہیں تو وہی اس قبرستان پر قابض ہوں گے اور اپنے دین کے اعتبار سے استعمال کریں گے۔[14] ایک موقع پر پاکستان میں رہنے والے مختلف مذاہب سے متعلق کہتے ہیں کہ موجودہ سیاسی تناظر میں پاکستان کے تمام غیر مسلموں کو اقلیت کی بجائے پاکستانی شہری تسلیم کیا جائے۔ اس طرح انہیں پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے وہ حقوق میسر آئیں گے جو اس ملک کے باشندے کا حق ہے[15]۔"

اس پس منظر سے واضح ہوتا ہے کہ مفتی منیب الرحمن پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

5. ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے خدمات بہت زیادہ ہیں۔ اس پس منظر میں انہوں نے "اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے جان و مال کا تحفظ" اور "اسلام میں اقلیتوں کے حقوق" کے عنوان سے دو کتب تحریر کی ہیں۔ دونوں کتب کا ذیل میں خلاصہ بیان کیا رہا ہے:

اَ. اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے جان و مال کا تحفظ

اس میں انہوں نے تین ابواب قائم کیے ہیں۔ پہلے باب کا عنوان "غیر مسلموں کے قتلِ عام اور ایذار سانی کی ممانعت" ہے۔ اس میں غیر مسلموں کو قتل کرنے اور اُن کو تکلیف پہنچانے سے ممانعت سے متعلق بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ اس باب کے شروع میں غیر مسلموں کو قتل نہ کرنے سے متعلق لکھتے ہیں:

" قرآن وحدیث سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اِسلام دینِ اَمن ہے اور یہ معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کو-خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور رنگ و نسل سے ہو-جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت عطا کرتا ہے حتیٰ کہ ایک اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم اقلیتوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر بالعموم اور اسلامی ریاست پر بالخصوص فرض ہے۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں. اُن حقوق میں سے پہلا حق جو اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرہ کی طرف سے انہیں حاصل ہے وہ حقِ حفاظت ہے، جو انہیں ہر قسم کے خارجی اور داخلی ظلم و زیادتی کے خلاف میسر ہوگا تاکہ وہ مکمل طور پر امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر پوری نسل انسانی کو عزت، جان اور مال کا تحفظ فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ۔[16]

"بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اِسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اِس دن کی حرمت تمہارے اِس مہینے میں اور تمہارے اِس شہر میں ہے. یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملوگے۔"

لہٰذا کسی بھی اِنسان اور کسی بھی مذہب کے پیروکار کو ناحق قتل کرنا، اُس کا مال لوٹنا، اس کی عزت پر حملہ کرنا یا اس کی تذلیل کرنا نہ صرف حرام ہے بلکہ اس کے مرتکب شخص کو المناک سزا کی وعید سنائی گئی ہے[17]۔"

اس پر مختلف آیات، احادیث اور اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" آیاتِ قرآنی، اَحادیثِ مقدّسہ اور فقہاے اُمت کے اَقوال کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی غیر مسلم شہری کو محض اس کے غیر مسلم ہونے کی بنا پر قتل کر دے یا اس کا مال لوٹے یا اس کی عزت پامال کرے. اسلام غیر مسلم شہریوں کو نہ صرف ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے بلکہ ان کی عبادت گاہوں کو بھی تحفظ فراہم کرتا ہے [18]۔"

دوسرے باب کا عنوان "دورانِ جنگ غیر مسلموں کے قتلِ عام کی ممانعت" ہے۔ اس حوالے سے باب کے شروع میں لکھتے ہیں:

"اسلام کے جنگی قوانین کے مطابق غیر جانب دار افراد یا ممالک کے ساتھ جنگ نہیں کی جائے گی، خواہ ان کے ساتھ نظریاتی اختلاف کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو. اسلام نے ایسے غیر جانب دار لوگوں کے ساتھ پُر امن رہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اسلام خواہ مخواہ جنگ یا تصادم کو پسند نہیں کرتا. وہ ہر انسانی جان کا احترام کرتا ہے اور انسانی خون کی حرمت کی پاسداری کا ہر سطح پر پورا پورا اہتمام کرتا ہے[19]۔"

اس باب میں دورانِ جنگ غیر مسلم عورتوں، بچوں، بوڑھوں، مذہبی رہنماؤں، تاجروں، کاشتکاروں، خدمت پیشہ افراد اور غیر محارب افراد کے قتل کرنے کی ممانعت، غیر مسلموں کو آگ میں جلانے کی ممانعت، دشمنوں کے گھروں میں گھسنے اور لوٹ مار کرنے کی ممانعت، دشمنوں کے مویشیوں اور فصلوں اور املاک کو نقصان پہنچانے کی ممانعت پر قرآنی آیات، احادیث طیبہ اور اقوالِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت سارے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" درج بالا تصریحات سے یہ بات خوب واضح ہوتی ہے کہ جب اسلام پر جنگ مسلط کر دی جائے یا مسلمانوں کو جارحیت کا نشانہ بنایا جائے اور جواب میں اسلامی ریاست کی فوج باقاعدہ جہاد میں مصروف ہو تو ایسے حالات میں بھی عورتوں، بچوں اور خدمت گزاروں کو قتل نہیں کیا جا سکتا. یہی نہیں بلکہ دوران جنگ فصلوں کو تباہ کرنے، عمارتوں کو مسمار کرنے، عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے اور لوٹ مار سے بھی منع کیا گیا ہے. جو اسلام دوران جہاد بھی ان امور کی اجازت نہیں دیتا اس کے نزدیک ایسے مسلمانوں یا غیر مسلموں کو جو براہ راست جارحیت میں ملوث نہ ہوں، پُر امن طریقے سے اپنے گھروں اور شہروں میں مقیم ہوں، کاروبار میں مصروف ہوں، سفر کر رہے ہوں یا مساجد میں مصروفِ عبادت ہوں [20]۔"

تیسرے باب کا عنوان "غیر مسلموں کے جان و مال اور عبادت گاہوں کا تحفظ" ہے۔ اس باب میں تین فصول قائم کی ہیں۔ پہلی فصل کا عنوان "عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد خلفائے راشدین میں غیر مسلم شہریوں کا تحفظ" ہے۔ اس فصل میں

بتایا گیا کہ غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ جس انداز میں عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد خلفاے راشدین میں کیا گیا اس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مواثیق، معاہدات اور فرامین کے ذریعے اس تحفظ کو آئینی اور قانونی حیثیت عطا فرمادی تھی۔ عہدِ نبوی میں اہلِ نجران سے ہونے والا معاہدہ مذہبی تحفظ اور آزادی کے ساتھ ساتھ جملہ حقوق کی حفاظت کے تصور کی عملی وضاحت کرتا ہے. اِسے امام ابو عبید قاسم بن سلام، امام حمید بن زنجویہ، ابن سعد اور بلاذری سب نے روایت کیا ہے. اِس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تحریری فرمان جاری فرمایا تھا:

وَلِنَجْرَانَ وَحَاشِيَتِهَا ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللهِ، عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَرهبانيتهم وأساقِفَتِهِمْ وَغَائِبِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَغَيْرِهِمْ وَبَعْثِهِمْ وَأَمْثِلَتِهِمْ، لَا يُغَيَّرُ مَا كَانُوْا عَلَيْهِ، وَلَا يُغَيَّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِهِمْ وَأَمْثِلَتِهِمْ، لَا يُفْتَنُ أُسْقُفٌ مِنْ أُسْقُفِيَتِهِ، وَلَا رَاهِبٌ مِنْ رَهْبَانِيَتِهِ، وَلَا واقف مِنْ وقافيته، عَلَى مَا تَحْتَ أَيْدِيْهِمْ مِنْ قَلِيْلٍ أَوْ كَثِيْرٍ، وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ رَهَقٌ[21]

"اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول محمد ﷺ، اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے اُن کے خون، ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان کے مویشیوں اور قافلوں اور اُن کے استھان (مذہبی ٹھکانے) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں. جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا. ان کے حقوق اور اُن کی عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی. نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو- خواہ اس کا عہدہ معمولی ہو یا بڑا- اس سے نہیں ہٹایا جائے گا، اور ان کو کوئی خوف وخطر نہ ہوگا۔"

دور نبوی ﷺ میں ہونے والے مختلف معاہدات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ دورِ نبوی ﷺ میں ان معاہدات، دستاویزات اور اعلانات سے اقلیتوں کے حقوق کا درج ذیل خاکہ سامنے آتا ہے:

- اسلامی حکومت کے تحت رہنے والی غیر مسلم رعایا کو مساوی قانونی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔
- ان کے مذہب سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جاسکتا۔
- ان کے اموال، جان اور عزت وآبرو کی حفاظت مسلمانوں ہی کی طرح اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔
- اسلامی حکومت انہیں انتظامی اُمور کے عہدے- جس قدر وہ اہلیت واستحقاق رکھیں- تفویض کر سکتی ہے۔
- اپنے مذہبی نمائندے اور عہدے دار وہ خود متعین کرنے کے مجاز ہوتے ہیں، ان کی عبادت گاہیں قابلِ احترام ہیں اور انہیں مکمل تحفظ حاصل ہے[22]۔

عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو یا دورِ صحابہ یا ان کے بعد کے ادوار؛ اسلامی تاریخ غیر مسلم شہریوں سے مثالی حسنِ سلوک کے ہزاروں واقعات سے بھری ہوئی ہے. دیگر مذاہب اور اقوام سے تعلق رکھنے والے افراد اسلامی ریاست میں پُرسکون زندگی گزارتے تھے، حتی کہ وہ اسلامی دورِ حکومت کو اپنے سابقہ حکمرانوں کے ادوار سے بہتر قرار دیتے تھے. ان کی عبادت گاہیں محفوظ تھیں، انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے اور عمل کرنے کی مکمل آزادی تھی، بیت المال سے ان کی تمام

معاشی ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔ مسلمانوں کا مثالی حسنِ سلوک اور اعلیٰ اخلاقی کردار دیکھ کر لاکھوں افراد نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا تھا۔

دوسری فصل کا عنوان "غیر مسلموں پر اپنا عقیدہ مسلط کرنے اور اُن کی عبادت گاہیں منہدم کرنے کی ممانعت" ہے۔ فصل کے شروع میں لکھتے ہیں:

" اسلام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے اور اسلامی مملکت ان کے عقائد و عبادات سے تعرض نہیں کرتی. اسلام غیر مسلم شہریوں کے جان ومال کی طرح ان کی عبادت گاہوں اور مقدس مقامات کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے. الغرض اسلام تحمل وبرداشت اور رواداری کا وہ نمونہ فراہم کرتا ہے جو دنیا کا کوئی معاشرہ فراہم نہیں کر سکتا[23]۔"

اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے مختلف قرآنی آیات، احادیث طیبہ، اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہاء کرام کی آراء کا تذکرہ کیا ہے۔

تیسری فصل کا عنوان "اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے بنیادی حقوق سے متعلق قواعد" ہے۔ اس فصل کے شروع میں لکھتے ہیں:

" مسلم ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق سے متعلق قرآن وحدیث کے واضح احکامات، عہد رسالت مآب ﷺ اور دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کے نظائر کے ذریعے اس امر کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اسلام غیر مسلموں کو نہ صرف مسلمانوں جیسے تمام حقوق عطا کرتا ہے بلکہ انہیں ہر قسم کا تحفظ بھی دیتا ہے. کئی صدیوں پر مشتمل اسلامی تاریخ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں[24]۔"

اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ اس کتاب میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے غیر مسلموں کے نہ صرف حقوق وفرائض کو بیان کیا ہے بلکہ اس کتاب کے ذریعے انہوں نے بین المذاہب ہم آہنگی کو رواج دینے کی ایک اعلیٰ کاوش بھی کی ہے۔

ب. اسلام میں اقلیتوں کے حقوق

اس کتاب میں عہد رسالت مآب اور عہد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار میں غیر مسلم اقلیتوں کو ملنے والے حقوق کے بارے میں بڑی تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں:

"اسلام شرفِ اِنسانیت کا علمبردار دین ہے۔ ہر فرد سے حسن سلوک کی تعلیم دینے والے دین میں کوئی ایسا اصول یا ضابطہ روا نہیں رکھا گیا جو شرف انسانیت کے منافی ہو۔ دیگر طبقات معاشرہ کی طرح اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو بھی ان تمام حقوق کا مستحق قرار دیا گیا ہے، جن کا ایک مثالی معاشرے میں تصور کیا جا سکتا ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کی اساس معاملات دین میں جبر واکراہ کے عنصر کی نفی کر کے فراہم کی گئی[25] ۔"

دونوں ادوار میں اقلیتوں کو دیے گئے مختلف حقوق پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں قرآن وسنت کی عطا کی گئی تعلیمات اور دور نبوت و دور خلافت راشدہ میں اقلیتوں کے حقوق کے احترام و تحفظ کے ان روشن نظائر سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مسلم ریاست میں اقلیتوں کو وہ تحفظ اور حقوق حاصل ہیں جن کا تصور بھی کسی

دوسرے معاشرے میں نہیں کیا جا سکتا۔[26] اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ درج بالا کتاب کے ذریعے بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا گیا ہے۔

6. مفتی محمد چمن زمان

غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظ سے متعلق فرماتے ہیں:

" اگر غیر مسلم جب مسلم ریاست کا باشندہ ہو تو اس کی جان ومال، عزت وآبرو، بلکہ تمام حقوق کی حفاظت اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ کسی مسلمان کو اجازت نہیں کہ اسلامی ریاست کے کسی غیر مسلم باشندے کو گالی دے، یا اس انداز میں اس سے گفتگو کرے جس سے اس کی دل آزاری ہو۔ حتیٰ کہ اگر "کافر" کہہ کر مخاطب کرنے سے اس کی دل آزاری ہوتی ہے تو ایسا کرنے والا مسلمان گناہگار ہو گا، بلکہ بعض فقہاء کی تصریح کے مطابق مستحقِ تعزیر ہو گا۔ جیسے کسی مسلمان کی غیبت حرام ہے یونہی اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلم کی غیبت بھی حرام ہے۔ الغرض اسلامی ریاست میں جو حقوق مسلمان کو حاصل ہیں بالعموم وہی حقوق غیر مسلم کو بھی حاصل ہیں۔ بلکہ اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلم کا معاملہ کسی مسلمان سے زیادہ نازک ہے۔ اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور فقہاء کرام کے اقوال بطور دلائل پیش کیا ہے[27]۔ "

ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہوتے ہیں اور ان کے جان، مال، عزت اور آبرو اسی طرح محفوظ ہوں گے جس طرح مسلمانوں کے محفوظ ہوتے ہیں۔

7. مولانا زاہد الراشدی

مولانا زاہد الراشدی صاحب نے "اقلیتوں کے حقوق اور اسلامی روایات" کے عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا ہے جس میں انہوں نے مسلمانوں کی مذہبی رواداری سے متعلق چند واقعات ذکر کیے ہیں۔ اُن میں ایک یہ واقعہ یہ ہے:

"امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اس جگہ مسجد تعمیر نہیں کی بلکہ اس کی صفائی کر کے اسے چھوڑ دیا اور صفائی کے بعد جب نماز کا وقت ہوا تو نماز کی ادائیگی کے لیے اس جگہ سے باہر آگئے اور اس کی حدود سے باہر الگ جگہ نماز ادا فرمائی۔ اس پر بعض ساتھیوں نے دریافت کیا کہ امیر المومنین! وہ بھی تو عبادت گاہ تھی، اس جگہ نماز ادا کرنے میں کیا حرج تھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اگر اس جگہ نماز ادا کر لیتا تو بعد میں تم نے وہاں مستقل قبضہ کر لینا تھا کہ یہاں ہمارے امیر المومنینؓ نے نماز ادا کی ہے اس لیے ہم اس جگہ پر مسجد بنائیں گے۔ جبکہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں پر اس طرح قبضہ کیا جائے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام میں دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کے احترام کا کس اہمیت کے ساتھ حکم دیا گیا ہے اور خلفاء اسلام نے اس کی کس طرح پاسداری کی ہے[28]۔"

آخر میں لکھتے ہیں کہ میں پاکستان میں بسنے والی غیر مسلم اقلیتوں سے عرض کیا کرتا ہوں کہ انہیں اسلامی قوانین اور دینی قیادت سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں بلکہ آنجہانی جسٹس اے آر کارنیلیس اور آنجہانی مسیحی راہنما جوشوا فضل دین کی

طرح پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کی حمایت کرنی چاہیے۔ کیونکہ شرعی نظام کے نفاذ اور دینی قیادت کے آنے سے جہاں ملک میں عدل وانصاف کی فراہمی عام ہو جائے گی وہاں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق ومفادات کا بھی تحفظ ہو گا۔

8. ڈاکٹر محمود احمد غازی

ڈاکٹر محمود احمد غازی کا شمار اُن محققین میں ہوتا ہے جن کی دورِ جدید کے مسائل بڑی گہری نظر تھی۔ یہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے صدر رہے، مختلف زبانوں میں اِن کو عبور حاصل تھا اور درجنوں کتب کے مصنف تھے۔ مذہبی رواداری سے متعلق مختلف کتب میں انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ اسلامی ریاست میں رہنے والے اہل ذمہ کے حقوق کے متعلق لکھتے ہیں:

"اہل ذمہ سے مراد وہ غیر مسلم ہیں جن کے تحفظ اور جن کی بقا کی ذمہ داری اسلامی ریاست نے اپنے ذمے لی ہو اور اسلامی حکومت نے اپنی اور اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری پر ان سے یہ وعدہ کیا ہو کہ تمہارے جان ومال، عقیدہ وآبرو سب کچھ یہاں محفوظ ہے۔ اس ذمہ داری کی وجہ سے اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو اہل ذمہ کہا جاتا ہے۔ ان دونوں میں یعنی معاہدین اور مفتوحین میں بعض حقوق مشترک ہیں جو ان دونوں گروہوں کو حاصل ہیں۔ یہ وہ کم سے کم حقوق ہیں جو اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم کو ملنے چاہییں۔ لیکن معاہدین جو کہ ایک معاہدے کے نتیجے میں اسلامی ریاست کے شہری بن کر آئے ہیں اس لیے ان کے حقوق وفرائض کا تعین اس معاہدے کی رو سے ہو گا جو ان کے اور اسلامی ریاست کے درمیان طے ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے مختلف غیر مسلم قبائل اور ریاستوں سے معاہدے کیے اور مختلف اقسام کی شرائط ان سے طے کیں۔ اس قسم کے معاہدے خلفائے راشدین کے دور میں بھی ہوئے اور جب تک وہ غیر مسلم وہاں آباد رہے ان کے بارے میں کیے جانے والے معاہدات کی پوری طرح پابندی کی گئی اور ان تمام شرائط پر ہر طرح عمل درآمد کیا گیا جو پہلے دن طے ہوئی تھیں۔[29] اہل ذمہ کو دیے جانے والے حقوق کا دلائل کے ساتھ تذکرہ کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ غیر مسلموں کو اپنے مذہبی اور قانونی معاملات پورے کرنے کی مکمل آزادی ہو گی۔ یہاں تک کہ اگر ریاست اپنی کسی مصلحت کے خلاف نہ سمجھے اور ریاست کے نظام میں خلل نہ پڑے تو غیر مسلموں کو اپنی عدالتیں قائم کرنے کی بھی آزادی ہے۔ کئی ممالک میں یہ حقوق غیر مسلموں کو دیے گئے اور اس سے پہلے بنو عباس کے دور میں دے گئے۔ ان عدالتوں کے قاضیوں کو تنخواہیں سرکاری بیت المال سے ادا کی جاتی تھیں۔ ان عدالتوں کے فیصلوں کو ریاست بھی تسلیم کرتی تھی، چاہے وہ اسلامی قانون کے مطابق جائز ہو یا نہ ہو، ہندوستان میں ستی کی رسم، بارہ سو سال جاری رہی۔ مسلمانوں نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔ بعض تابعین علیہم الرحمہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ سے ذکر کیا کہ مجوسیوں کے ہاں خویز وگدس (یعنی نکاح محارم) جیسی قبیح رسم جاری ہے، جو نہ صرف اسلام بلکہ دنیا کے تمام مذاہب ونظریات اخلاق کے خلاف ہے، لہذا آپ اسے روکیں۔ آپ نے فرمایا کہ جس چیز کو اسلاف نے نہیں روکا میں اسے قانون کے زور سے کیسے روک دوں۔ پھر جب ہم نے انہیں اور ان کی ثقافت اور پرسنل لاء کو تحفظ دیا ہے تو ہم اس میں مداخلت نہ کریں گے[30]۔"

اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں معاہدین اور مفتوحین کے لیے کچھ حقوق تو مشترک ہیں لیکن کچھ معاہدین کے ساتھ خاص ہیں۔

9. ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

انہوں نے "اسلامی ریاست اور غیر مسلم شہری" کے عنوان ایک کتاب تحریر کی ہے جس میں غیر مسلموں کے مختلف حقوق پر بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ سماجی تعلقات قائم کرنے سے متعلق لکھتے ہیں:

"اسلام نے اہل الذمہ کو اس بات کا حق اور اجازت دی ہے کہ وہ معاشرے میں اپنے ہم خیال لوگوں کے علاوہ مسلمانوں سے بھی سماجی مراسم و تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو بھی اس ابت کی تعلیم دی ہے کہ وہ غیر مسلم اہل الذمہ سے سماجی مراسم و تعلقات بنا کر حسن اخلاق کا مظاہرہ کریں اور اپنی تیغ اخلاق سے ان کے دلوں کو فتح کرنے کی کوشش کریں[31]۔"

اسلامی ریاست میں بسنے والی اقلیتوں کی جان کی حفاظت سے متعلق لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے ہاں انسانی جان کے تقدس و حرمت کی بنا پر رنگ، نسل اور عقیدہ و مذہب کی تمیز کے بغیر انسانی جان کا تحفظ شریعت اسلامیہ کے بنیادی مقاصد خمسہ میں شامل ہے۔ قرآن و سنت کی مختلف نصوص کی بنیاد پر اسلامی ریاست میں ایک غیر مسلم کی جان بھی از روئے قانون اتنی ہی قیمتی اور لائق احترام و حفاظت ہے جتنی کسی مسلمان شہری کی۔ قانون کی نظر میں ایک مسلم اور ایک ذمی کی جان میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا خون برابر ہے جب کوئی غیر مسلم فرد یا قوم عقد ذمہ کے ذریعے اسلامی ریاست کی اطاعت قبول کرتی ہے تو اس عقد ذمہ کا سب سے پہلا حکم یا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی جان کے لیے عصمت ثابت ہو جاتی ہے جسے ناحق توڑنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مفتوحہ اقوام سے جتنے معاہدے کیے گئے، ان میں سب سے پہلے انہیں جان کے تحفظ کی ضمانت دی گئی[32]۔"

اہل ذمہ کے اموال و جائیداد کی حفاظت سے متعلق لکھتے ہیں:

"جس طرح اہل ذمہ کی جان اور زندگی کا تحفظ اسلامی ریاست کی ذمہ داری اور ان کا بنیادی حق ہے اسی طرح ان کے اموال و جائیداد کی حفاظت اور حترام بھی ان کا لازمی حق اور اسلامی ریاست کا فرض ہے۔ کسی آدمی کو ان کے مال پر غاصبانہ قبضہ کرنے اور ان کی املاک و جائیداد سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ ہو گی[33]۔"

غیر مسلم اقلیتوں کے عقیدہ اور مذہب کی آزادی سے متعلق لکھتے ہیں:

"ہر آدمی کے لیے عقیدہ و مذہب کی آزادی اسلام کے بنیادی اور امتیازی اصولوں میں سے ہے۔ فطرت انسانی اس حق کو تسلیم کرتی ہے اور جابر معاشروں میں بھی سلیم الفطرت لوگ اس مسلمہ انسانی حق کو ثابت مانتے آئے ہیں۔ صدرِ اسلام میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے غیر مسلم معاشرے میں اسی فطری حق کی بنیاد پر آزادی اختیار مذہب کا مطالبہ کیا تھا اور قرآن مجید نے کفارِ مکہ کے مذہبی جبر اور فتنہ کو ہی وہ عظیم ظلم بتایا تھا جس کی بنیاد پر ان سے جنگ کی جا رہی تھی۔ اسی بنیاد پر اسلام ہر زمانے میں دنیا کے ہر معاشرے سے مطالبہ کرتا ہے کہ یہ فطری انسانی حق بہر حال محفوظ رہنا چاہیے اور مسلمانوں کو دوسرے تمام انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے اور انہیں باطل ادیان و افکار اور گمراہی پر مبنی طریق زندگی سے روکنے کی کھلی آزادی ہونی چاہیے۔ جب مسلمان دوسری ملتوں اور معاشروں سے اس آزادی کے طلبگار ہیں تو یقیناً انصاف کا تقاضا تھا کہ ان کا دین خود سب سے پہلے اعلان کرتا کہ دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔ اسی اصول کے پیش نظر اسلام نے اپنی حکومت کے تحت رہنے والے غیر مسلم اہل الذمہ شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے علاوہ مکمل مذہبی آزادی کی ضمانت دی ہے۔ ان کو اپنے مذہب کے مطابق

عقائد رکھنے، عبادت کرنے، مذہبی رسومات بجالانے اور اپنے عقیدہ کے مطابق بود و باش کے طریقے اختیار کرنے کی اجازت دی ہے [34]۔"

اس کے علاوہ مذہبی رسوم کی آزادی اور معابد کی تعمیر وبقاء کے حقوق سمیت مختلف حقوق کو دلائل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

10. ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی

انہوں نے "اسلام کا نظام امن و سلامتی" کے عنوان سے ایک کتاب تحریر کی ہے جس کے ایک حصے میں غیر مسلموں کے حقوق سے متعلق بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم مظلوم شہریوں کی وکالت سے متعلق لکھتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ نے غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو ظلم وزیادتی سے تحفظ کی ضمانت دے۔ اگر اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم شہری پر ظلم ہو اور ریاست اسے انصاف نہ دلا سکے تو آپ ﷺ نے قیامت کے روز ایسے مظلوم لوگوں کا وکیل بن کر انہیں حق دلوانے کا اعلان فرمایا [35]۔"

غیر مسلم شہریوں کے اندرونی اور بیرونی جارحیت سے تحفظ سے متعلق لکھتے ہیں:

"اسلامی ریاست کے فرائض میں سے ہے کہ وہ تمام غیر مسلم شہریوں کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کرے۔ کوئی بھی فرد خواہ کسی قوم، مذہب یا ریاست سے تعلق رکھتا ہوا گروہ کسی غیر مسلم شہری پر جارحیت کرے اور اس پر ظلم وزیادتی کرے تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا امتیازِ مذہب اپنے شہری کو تحفظ فراہم کرے، چاہے اس سلسلے میں اسے جارحیت کرنے والے سے جنگ کرنی پڑے۔ غیر مسلم شہریوں کا بیرونی جارحیت سے تحفظ کرنے کے حوالے سے حکومتِ وقت پر وہ سب کچھ واجب ہے جو مسلمان کے لیے اس پر لازم ہے۔ چونکہ حکومت کے پاس قانونی وسیاسی طور پر غلبہ اقتدار بھی ہوتا ہے اور عسکری وفوجی قوت بھی، اس لیے اس پر واجب ہے کہ وہ ان کے مکمل تحفظ کا اہتمام کرے۔ جب تاتاریوں نے ملک شام پر قبضہ کر لیا تو علامہ ابن تیمیہ قیدیوں کی رہائی کے لیے قطلوشاہ کے پاس گئے۔ تاتاری قیادت نے مسلمان قیدیوں کو رہا کرنے پر تو آمادگی ظاہر کی مگر غیر مسلم شہریوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے کہا کہ ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ یہود و نصاریٰ میں سے بھی تمام قیدی آزاد نہ کیے جائیں۔ وہ ہمارے ہی غیر مسلم شہری ہیں اور ہم کسی بھی قیدی کو قید کی حالت نہیں چھوڑیں گے خواہ وہ غیر مسلم آبادی سے تعلق رکھتا ہو یا مسلم آبادی سے۔ جب اس نے اپنے موقف پر ان کا اصرار اور شدت دیکھی تو ان کی خاطر تمام مسلم و غیر مسلم قیدیوں کو آزاد کر دیا [36]۔"

اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کے مختلف حقوق کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"عہدِ رسالتِ مآب ﷺ ہو یا دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم یا ان کے بعد کے ادوار؛ اسلامی تاریخ غیر مسلم شہریوں سے مثالی حسنِ سلوک کے ہزاروں واقعات سے بھری پڑی ہے۔ دیگر مذاہب اور اقوام سے تعلق رکھنے والے افراد اسلامی ریاست میں پر سکون زندگی گزارتے تھے، حتیٰ کہ وہ اسلامی دورِ حکومت کو اپنے سابقہ حکمرانوں کے ادوار سے بہتر قرار دیتے تھے۔ ان کی عبادت گاہیں محفوظ تھیں، انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے اور عمل کرنے کی مکمل آزادی تھی، بیت المال سے ان کی تمام معاشی ضروریات پوری

کی جاتی تھیں۔ مسلمانوں کے مثالی حسنِ سلوک اور اعلیٰ اخلاقی کردار دیکھ کر لاکھوں افراد نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا تھا ۔"[37]

اس پسِ منظر سے واضح ہوتا ہے کہ بین المذاہب ہم آہنگی پیدا کرنے میں پاکستانی مسلم علماء و محققین کا بڑا مثبت کردار رہا ہے۔

خلاصہ بحث

پاکستان ایک کثیر المذہبی ملک ہے جس میں مسلمان اکثریت سے آباد ہیں۔ ہر مذہب کے پیروکاروں کے اپنے عقائد و نظریات ہیں اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے کے مذہب یا عقائد کے حوالے سے زبان کھولے۔ اختلافات کو سمجھ کر مذاہب کے مشترکات کو جمع کر کے آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں بھی اسی طریقے سے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی زندگی سے رہنمائی لی جا سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے بین المذاہب ہم آہنگی کو نہ صرف رواج دیا بلکہ مدینہ کی ایسی ریاست تشکیل دی جس میں تین مرکزی مذاہب کے لوگ آباد تھے اور وہاں امن و سلامتی اور باہمی احترام غالب تھا۔ برداشت اور احترام کا رویہ اسلام کی تعلیمات کا جزو لاینفک ہے۔ پاکستان کے مسلم علماء و محققین نے اسلامی کی انہی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے بین المذاہب ہم آہنگی کو نہ صرف فروغ دیا بلکہ اپنے عمل سے اس کو کر کے بھی دکھایا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان ایسے کثیر المذہبی ملک میں مذہبی ہم آہنگی کو پہلے سے زیادہ پروان چڑھایا جائے تاکہ یہاں پر رہنے والے مختلف مذاہب کے لوگ دن رات لگن اور محنت سے کام کریں اور پاکستان کو ترقی کی راہوں پر گامزن کریں۔

حواشی وحوالہ جات

1 احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں 1: 126، مکتبہ دانیال، وکٹوریہ چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ، کراچی، 2000ء

2 سردار مسیح گل، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں: 241، لاہور، 1993ء

3 سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم 5: 303، فرید بک سٹال، لاہور، 2001ء

4 سورۃ البقرۃ 2:256

5 محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن 1: 616-617، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2008ء

6 مولوی نظام الدین، فتاوی عالمگیریہ 5: 59، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، 1990ء

7 سورہ الحشر 60: 8

8 انصار عباسی، اعتدال کا راستہ، روزنامہ جنگ، 26 جولائی، 2016ء

9 روزنامہ پاکستان، 3 جولائی، 2020ء

10 ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ 7: 578، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، 1990ء

11 عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور سیاسی نظریات: 305، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2010ء

12 اسلام اور سیاسی نظریات: 306

13 روزنامہ دنیا، 17 مارچ، 2015ء

14 منیب الرحمن، مفتی، تفہیم المسائل 7: 128، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2014ء

15 روزنامہ دنیا: 29 اپریل 2017ء

16 امام بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، حدیث (1454) دار طوق النجاۃ، بیروت، 1400ھ

17 القادری، ڈاکٹر محمد طاہر، اسلامی ریاست میں غیر مسلم کے جان و مال کا تحفظ: 16-17، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، 2009ء

18 نفس مصدر: 38

19 اسلامی ریاست میں غیر مسلم کے جان و مال کا تحفظ: 41

20 نفس مصدر: 69

21 ابو یوسف، کتاب الخراج: 78، دار الکتب العلمیہ، بیروت (س۔ن)

22 اسلامی ریاست میں غیر مسلم کے جان و مال کا تحفظ: 78

23 نفس مصدر: 95

24 اسلامی ریاست میں غیر مسلم کے جان و مال کا تحفظ: 107

25 القادری، ڈاکٹر محمد طاہر، اسلام میں اقلیتوں کے حقوق: 9، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، 2006ء

26 نفس مصدر: 56

27 http://tanzeemulirshad.com/answer-detail.php?id=672

28 http://zahidrashdi.org/644

29 غازی، ڈاکٹر محمود احمد، اسلام کا قانون بین الممالک: 286-287، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2007ء

30 نفس مصدر: 297-298

31 سعد اللہ، ڈاکٹر حافظ محمد، اسلامی ریاست اور غیر مسلم شہری: 234، عکس پبلیکیشنز، لاہور، 2018ء

32 نفس مصدر: 285

33 اسلامی ریاست اور غیر مسلم شہری: 304

34 نفس مصدر: 390

35 صدیقی، ابو حمزہ عبد الخالق، اسلام کا نظام امن و سلامتی: 173، انصار السنۃ پبلی کیشنز، لاہور (س۔ن)

36 اسلام کا نظام امن و سلامتی: 175

37 نفس مصدر: 189